© rasailojaraid.com

مطبوعات

یہودیت و مسیحیت از جناب ڈاکٹر احسان الحق رانا۔ ناشر: مسلم اکادمی، محمد نگر، لاہور۔ صفحات ۳۹۶ رنگین کور۔ قیمت: -/۴۰ روپے خصوصی مجلد -/۴۵ روپے

یہ کتاب کیا ہے اور کیا نہیں کی بات تو رہی الگ، دلچسپ بات تو یہ ہے کہ اسے بڑی تاریخی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ کتاب اور کتاب سے زیادہ اس کے مؤلف کو جن "مراحلِ شوق" سے گزرنا پڑا ہے اُن کو جان کر سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ یوں سمجھیے کہ مؤلف کو اس شاندار کام پر بڑا بھاری انعام ملا۔

ڈاکٹر احسان الحق رانا تعلیمی لحاظ سے ایم۔ ایس سی (آنرز) پی۔ ایچ۔ ڈی (پنجاب) ایم۔ ایس (کولمبیا) کے مراتب رکھتے ہیں۔ پاکستان کے واحد ادارہ حفظانِ صحت (کالج آف کمیونٹی میڈیسن) لاہور میں علم الاغذیہ والصحت کے پروفیسر کی حیثیت سے بیسویں گریڈ پر مامور تھے۔ اس خاص شعبے میں چونکہ کوئی دوسرا صاحبِ استعداد آدمی موجود نہ تھا، اس لیے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ان کو مامور رکھا گیا۔ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر صاحب سائنس کے آدمی تھے اور صحت و غذا کے مسائل پر مطالعہ کرتے، لکھتے اور دوسروں کو تعلیم دیتے تھے۔ ٹیلیفون ڈائریکٹری سے اُن کا پتہ حاصل کر کے کسی مشنری ادارے نے اُن کو امریکہ سے "زندہ کلام" کے نام سے ایک بائبل بھجوائی۔ اُسے پڑھا تو انبیاء کے بارے میں تکلیف دہ مندرجات پڑھ کر تجسس پیدا ہوا۔ عیسائی اداروں سے مراسلت کی اور مسیحی لٹریچر کا مطالعہ شروع کیا۔ پھر آہستہ آہستہ بہت سی کتابیں خریدیں اور ۶ سال کے مطالعہ و تحقیق کے بعد یہ کتاب لکھی۔

ابھی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی کہ ایک مسیحی ڈاکٹر ایل پیٹرک اسلام آباد سے چلے اور تھانہ سول لائنز لاہور آکر ۳ دسمبر ۱۹۸۰ء کو ڈاکٹر رانا کے خلاف ایک بے سروپا رپورٹ درج کرائی کہ ڈاکٹر رانا کی کتاب سے اُن کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ دلچسپ یہ کہ اس وقت تک کتاب چھپی ہی نہ تھی۔ بصورتِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسودہ تھی۔ شہر بسا نہیں، اچکے پہلے موجود۔ مولف کو پکا مجرم بنانے کے لیے دعویٰ یہ کیا گیا کہ یہ کتاب سرکاری کاغذ پہ سرکاری ادارے میں چھپی ہے اور سرکاری خرچ پہ ہی لوگوں کو دی گئی ہے۔

مسیحی حضرات کا رتبہ و اثر دیکھیے کہ اسی دن سرکاری مشینری حرکت میں آگئی۔ بغیر اس کے کہ کتاب کے مندرجات کی جانچ پڑتال ہوتی اور بغیر اس کے کہ ڈاکٹر رانا کے کالج کے پرنسل کے علم میں یہ معاملہ لایا جاتا، ۳ دسمبر ہی کی رات کو ہوم سیکرٹری حکومت پنجاب کا یہ حکم ملا کہ ۶ دسمبر کو پیش ہو کر وجہ بتائیں کہ کیوں نہ اُن کی کتاب کو ضبط کیا جائے۔ مگر پیش ہونے اور وجہ بتانے کی تاریخ آنے سے پہلے ہی ۴ اور ۵ دسمبر کی درمیانی رات کو پولیس ڈاکٹر صاحب کے ہاں پہنچی، بلا وارنٹ گھر اور دفتر کی تلاشی لی، تمام متعلقہ کاغذات قبضہ میں کیے اور پروفیسر رانا کو مقامہ سول لائنز میں لے کر بند کر دیا۔ نہ گھر والوں کو پتہ دیا اور نہ اُن کی ضمانت لی، کیونکہ اُن کو ناقابلِ ضمانت جرم کے تحت پکڑا گیا تھا۔ آخر اس ۶۵ سالہ محقق ڈاکٹر کو ہتھکڑی لگا کر مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا، اور ۱۵ دسمبر کو عبوری ضمانت منظور ہوئی۔ اشاعت سے پہلے ہی کتاب کی ضبطی کے احکام بھی جاری ہو گئے۔ اُدھر حکومت نے محکمانہ تحقیقاتی کارروائی کرائی اور افسر بکارِ خاص نے چھان بین کر کے ڈاکٹر رانا کو الزامات سے بری قرار دیا۔ لیکن ملازمت سے برطرفی کا حکم پہلے سے نافذ ہو چکا تھا، اسے واپس نہیں لیا گیا اور ڈاکٹر صاحب کی ملازمت ختم ہو گئی۔

اس صورتِ واقعہ سے جب اربابِ علم و نظر واقف ہوئے تو بہت سے ممتاز علما اور سماجی اکابر یکم جنوری ۱۹۸۱ء کو "مجلسِ تحفظِ اقدارِ اسلامی" کے تحت جمع ہوئے۔ مجلس کا مامور کردہ وفد گورنر پنجاب سے ملا۔ تب ڈاکٹر صاحب کو بری قرار دیا گیا۔ اور ۱۸ جنوری ۱۹۸۱ء کو کتاب کی ضبطی کا حکم منسوخ ہوا۔

میرا خیال ہے کہ اس کہانی کو بیان کرنے کے بعد کتاب کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی، تاہم میں حافظ نذر احمد صاحب کے چند الفاظ یہاں نقل کرتا ہوں جو انہوں نے کتاب کے پیش لفظ کے طور پر مکہ مکرمہ میں لکھے:۔

"کتاب اول سے آخر تک بائیبل مقدس اور دیگر ثقہ مسیحی کتب کے اقتباسات سے پُر ہے...... جن کی تعداد کم و بیش پانچ سو ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بالعموم (ان اقتباسات کے ساتھ۔ مدیر) اپنی طرف سے...... چند تمہیدی کلمات لکھنے پر اکتفا کیا ہے یا چند سطور تجزیہ کیا ہے۔"

© rasailojaraid.com